

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدہٗ ونصلّی ونسلم علیٰ رسولہٖ الکریم

صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقتہٗ

مسافت سفر کی تحقیق

تصنیف

از حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب قبلہ نوری دیناجپوری

خلیفۂ حضور تاج الشریعہ

صدر شعبۂ افتاء جامعہ غوثیہ شکوریہ بلہور کانپور یوپی

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم
نحمدہٗ ونصلّی ونسلم علیٰ رسولہٖ الکریم

(از۔محمد رفیق الاسلام نوری منظری جامعہ شکوریہ بلہور کانپور)

منزل۔میل اورکلومیٹر

دسویں فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا وہ سوال نامہ جو مسافت سفر کی تحقیق سے متعلق ہے اور فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی شمشاد احمد صاحب مصباحی جامعہ امجدیہ گھوسی یوپی نے جس کو مرتب فرمایا ہے۔

اس میں مندرج پہلا سوال

میل شرعی اور میل انگریزی میں کیا فرق ہے؟ اور میل شرعی میل انگریزی سے کتنا بڑا ہے نیز اگر میل کو مروجہ کلومیٹر میں تبدیل کیا جائے تو ایک میل شرعی اور ایک میل انگریزی کے کتنے کلومیٹر بنیں گے؟

اس پر عرض ہے کہ شریعت مطہرہ کاملہ نے جہاں بنی نوع انسان کو احکام شرعیہ کا مکلّف بنایا ہے وہیں شرعی حدود کے دائرے میں شب وروز زندگی گزارنے والوں کے لئے طرح طرح کی نعمتوں کا تذکرہ بھی فرمایا ہے مزید اس پر پابندی کرنے والوں کو دوسرے سے ممتاز قرار دیا گیا ہے،اس سرفرازی کے باوجود ہماری پاک شریعت کی کرم فرمائی کس قدر ایمان افروز اور بندہ پرور ہے کہ ہماری حالت سفر کو حالت حضر سے جدا تخفیف کا تحفہ ہی عطا نہیں فرمایا بلکہ اسے قبول کرنے کا حکم بھی فراہم کرتی ہے انہیں تحائف میں سے ایک قصر صلوٰۃ کا حکم ہے جس کے بارے میں حدیث پاک کا پیارا انداز یہ ہے **صدقۃ تصدق اللّٰہ بہا علیکم فاقبلوا صدقتہٗ** لیکن مطلقاً سفر کے لئے یہ

حکم نہیں بلکہ اس کی اقل مقدار تین دن کی مسافت ہے اور زائد کا کوئی تعین نہیں اس پر علماء کرام وفقہائے عظام کا اتفاق رہا، تین دن کی یہ مسافت بھی یکساں نہیں زمانۂ ابتداء اسلام میں بھی سفر کے طریقے مختلف تھے پا پیادہ سفر سست ترین تھا جبکہ عربی صحراؤں میں اونٹوں کی سواری اس کے مقابلہ میں تیز تر تھی، پھر گھوڑوں کی سواری ان دونوں سے اسرع تھی۔

لہٰذا مسافت کا تعین بڑا دشوار رہا، اس کے علاوہ رات کا سفر اس میں داخل نہیں کہ یہ معتاد نہیں پھر اوقات نماز اور اوقات حوائج بدنیہ اس سے مستثنٰی ہیں، دن کے باقی اوقات کا سفر ہی معتبر ہے پھر شرع پاک کا یہ حکم کسی خاص آبادی کے لئے نہیں اختلاف مواضع کی وجہ سے دن بھی چھوٹا یا بڑا ہوتا رہتا ہے، مثلاً لندن کے مسافر کو دسمبر میں اگر سات گھنٹے کا دن ملتا ہے تو جون میں وہی دن سترہ گھنٹے کا ہو جاتا ہے، لہٰذا جون میں ایک مسافر جو راستہ طے کریگا دسمبر میں اس کے نصف کے طے کرنے پر ہی قادر ہو سکتا ہے اس لئے فقہاء کرام نے اقصر ایام کا اعتبار کیا کہ احتیاط اسی میں ہے اور شریعت نے چونکہ اس مسافت کو تین منزل۔ تین مراحل یا پھر تین برد سے مقید کیا ہے تا کہ عامۂ امت کے لئے اس کا ادراک آسان ہو اور ان کے لئے مفید بھی ہو، ان منزلوں کے درمیان کا بعد دور حاضر کی پیمائش کے مطابق کیا تھا؟ کتب سابقہ اس بارے میں خموش ہیں اس کے باوجود ملت کے فقہاء کرام کا یہ عظیم احسان ہے کہ ان حضرات نے میل کے ذریعہ سے اس کی نشاندہی فرما کر ہماری کافی رہنمائی فرمائی ہے۔

منزلیں، مراحل یا برد چونکہ ہر ایک راستے میں یا ہر ایک ملک میں برابر نہیں بلکہ مقدار میں متفاوت ہیں ایک آدمی اونچائی پر چڑھ رہا ہے تو جلدی تھک کے بیٹھ جائیگا وہی مسافر ہبوط کی طرف رواں دواں ہے تو اس کے سفر میں سرعت ہوگی، لہٰذا ایک ہی آدمی کیلئے ایک ہی راستے میں صعود و ہبوط میں منزلیں مختلف ہونگی، عام ازیں کہ اقصر ایام میں ہو یا پھر اطول ایام میں اسی لئے تو ردالمختار میں فرمایا گیا کہ "**ولا اعتبار بالفراسخ**" اور شرع مطہر کی یہی شان ہے کہ قصر نماز کے لئے مسافت سفر کو منزلوں سے بیان فرمادیا نہ کہ فراسخ یا امیال سے پھر زمانے میں تبدیلی آئی مسافر نشیب و فراز، صعود و ہبوط میں یکساں اپنا سفر جاری

رکھتا ہے۔لہٰذا فراسخ یا امیال سے اس کا بیان اب مفید ثابت ہوگا لیکن اس تحدید سے قبل کچھ آلات پیمائش کی جانکاری لازم ہے جس کی وجہ سے چند آلات مع مقدار کے بیان کئے جا رہے ہیں، جن میں سے بعض میں اختلافات بھی موجود ہیں.....................

(1) ایک منزل =4=5-6-7 فرسخ

(2) ایک فرسخ 3 میل

(3) ایک میل 2000=3000=4000=6000=5280 ذراع

(4) ایک ذراع = 6 قبضہ

(5) ایک قبضہ = 4 اصبع

(6) ایک اصبع =1.925 - 1.905 سم

ان مقداروں سے اس موضوع پر کچھ لکھنے کے لئے روشنی ملتی ہے۔

منزل کے بارے میں تین اقوال تو مولانا غلام رسول کی تحریر سے بھی ظاہر ہیں ان میں ہر آنے والا قول قریب ماسبق سے تین میل زائد ہے جبکہ فقہاء کرام نے درمیانی قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے لیکن اس کی مقدار کا تعین سمندر سے موتی نکالنے کے مترادف ہے کہ چھ فرسخ برابر اٹھارہ میل اس میں تو علماء کا اتفاق ہے کہ تین میل کا ایک فرسخ ہے لیکن میل میں وہ شدید اختلافات ہیں جو بیان مقادیر کے تین نمبر میں کوئی بھی دانشور دیکھ سکتا ہے،اس میں پانچ طرح کے اقوال تو یہاں موجود ہیں۔ان میں پہلے کے دونوں قول دو ہزار ذراع یا تین ہزار ذراع کا اگر ایک میل مانا جائے اور ذراع سے مراد بھی نصف گز ہو تو یہ انگریزی میل سے چھوٹا ہوگا،اور باقی تین صورتوں میں انگریزی میل سے کافی بڑا ہوگا جیسا کہ پہلی دونوں صورتوں میں ایک اور ڈیڑھ کا فرق ہے اسی طرح تیسری اور چوتھی صورتوں میں بھی تناسب وہی ہے جبکہ تیسرا قول قول اول کے دو مثل اور چوتھا تین مثل ہے۔

☆ یہ مختلف فیہ مقداریں جزائرعرب میں پائی جاتی رہیں جبکہ ہندوستان میں انگریزی

میل رائج تھا جس کی وجہ سے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جہاں جہاں میل کا لفظ استعمال فرمایا ہے زیادہ تر اس سے مراد میل انگریزی ہی ہے اور اسی میل سے آپ نے قصر صلوٰۃ کے لئے ساڑھے ستاون میل کی تحدید فرمائی جس پر بالاتفاق جنوبی ایشیا کے علماء اہلسنت کا عمل رہا اور مفتیان کرام نے اسی پر فتویٰ صادر فرمایا۔ پہلی بار اس مسئلہ میں فاضل بریلوی سے اختلاف کرنے والے مولانا غلام رسول صاحب سعیدی ہیں۔

سعیدی اختلاف

سوال نامہ میں موجود مولانا غلام رسول سعیدی کی تحقیق

فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہے اور ایک شرعی میل چار ہزار ذراع (انگلیوں سے کہنی تک) کا ہوتا ہے اور ایک متوسط ذراع ڈیڑھ فٹ یعنی نصف گز کا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک شرعی میل دو ہزار گز کا قرار پایا اور اکیس فرسخ ترسٹھ میل شرعی ہیں جو ایک لاکھ چوبیس ہزار گز یعنی اکہتر انگریزی میل چار فرلانگ ایک سو ساٹھ گز ہیں۔ اور یہ ایک سو پندرہ اعشاریہ ایک آٹھ نو (۱۱۵ء۱۸۹) کلومیٹر کے برابر ہیں۔

فقہاء کا دوسرا قول پندرہ فرسخ ہے اور پندرہ فرسخ پینتالیس میل شرعی ہیں جو نوے ہزار گز یعنی اکیاون انگریزی میل ایک فرلانگ بیس گز ہیں جو بیاسی اعشاریہ دو چھ آٹھ (۸۲ء۲۶۸) کلومیٹر کے برابر ہیں۔

فقہاء کا تیسرا قول جو مفتیٰ بہ ہے وہ اٹھارہ فرسخ ہے اور اٹھارہ فرسخ چون میل شرعی ہیں جو ایک لاکھ آٹھ ہزار گز یعنی اکسٹھ انگریزی میل دو فرلانگ بیس گز ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸ء۷۳۴) کلومیٹر کے برابر ہے۔

اب سعیدی صاحب کے مسلمات اور ان کی تحقیق کا انجام ملاحظہ ہو........

(۱) ایک فرسخ تین شرعی میل

(۲) ایک شرعی میل چار ہزار ذراع

(۳) ایک ذراع ڈیڑھ فٹ

(۴) ایک شرعی میل دو ہزار گز

(۵) اکیس فرسخ =۱۱۵٫۱۸۹ کلومیٹر = ۶۳ میل شرعی

(۶) پندرہ فرسخ =۸۲٫۲۶۸ کلومیٹر = ۴۵ میل شرعی

(۷) اٹھارہ فرسخ =۹۸٫۷۳۴ کلومیٹر = ۵۴ میل شرعی

علامہ سعیدی صاحب نے شرعی میل کا لفظ بار بار دہرایا ہے اس سے ایک نفسیاتی دباؤ بنانے کی بھی کوشش ہوسکتی ہے۔ کتب فقہیہ میں جہاں تین میل برابر ایک فرسخ بتایا گیا ہے وہاں میلوں کو شرعی یا غیر شرعی سے مقید نہیں کیا گیا ہے، بلکہ انھیں اپنے اطلاق پر ہی باقی رکھا ہے، ہمارے پیش رو علماء اہلسنت نے مسافت سفر کی اقل مقدار ساڑھے ستاون میل انگریزی بتائی تھی وہ سعیدی صاحب کی تحقیق میں نظر نہیں آرہی ہے حالانکہ وہ اچھی طرح باخبر ہیں کہ میل شرعی اور کلومیٹر کے ساتھ انھیں اور دو پیمائش کا تذکرہ کرنا چاہئے تھا۔ ایک میل اسلاف دوسری کوس ایسا نہیں کہ انھیں اپنے مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لئے ان دونوں کی ضرورت پیش نہیں آئی بلکہ ان دونوں اصطلاحوں سے ان کے طریقۂ استدلال کو نقصان پہونچتا، جس کی وجہ سے ان دونوں کو بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

سعیدی صاحب نے یہاں جسے میل شرعی قرار دیا وہ چار ہزار ذراع پر مستعمل ہے جبکہ ہر ایک ذراع ڈیڑھ فٹ کا ہے۔ لہٰذا یہ میل چھ ہزار فٹ کا ہوا اور تین فٹ برابر ایک گز تو اس میں دو ہزار گز ہوئے سعیدی صاحب کی اس تحقیق پر عرض ہے کہ فقہاء کرام کی تحقیق سے میل کی جو صورتیں سامنے آرہی ہیں بظاہر ان میں تو شدید اختلاف ہے لیکن اس کی دو صورتیں ایسی ہیں جس کو اکثریت نے قابل قبول فرمایا۔ ایک میل مرسل دوسرا میل عام۔ جبکہ ان دونوں میں ایک اور ڈیڑھ کا فرق ہے۔ میل مرسل کو سعیدی صاحب نے میل شرعی قرار دیا جبکہ میل عام کو اپنی تحقیق میں جگہ نہیں دی، اور یہیں ان کو دھوکہ ہوا۔ اور اٹھارہ فرسخ کو چون میل قرار دیا اسی طرح اکیس فرسخ کو ترسٹھ میل

جبکہ پندرہ فرسخ کو پینتالیس میل تحریر فرمایا، حالانکہ جن فرسخوں کی یہ منزلیں ہیں ان میں امیال عامہ ہیں نہ کہ امیال مرسلہ اور امیال مرسلہ سے چھ فراسخ کی منزل نہیں اور نہ پانچ یا سات فراسخ کی اس میں کوئی گنجائش ہے بلکہ چار فرسخ کی یہ منزل ہے لہٰذا مسافت کی اقل مقدار چاہے پندرہ فرسخ ہو یا اٹھارہ فرسخ یا پھر اکیس فرسخ۔ اس میں میل عام کا تذکرہ ہوگا نہ کہ میل مرسل کا لہٰذا تین میل کے فرسخ کو بھی ہم دو نام دے سکتے ہیں کہ وہ فرسخ عام ہے یا فرسخ مرسل؟

اور ردالمحتار کی یہ عبارت "**قیل یقدر بواحد وعشرین فرسخاً وقیل بثمانیة عشر وقیل بخمسة عشر**" جس میں سعیدی صاحب کو التباس ہوا اس میں جس فرسخ کا تذکرہ ہے وہ ایسے امیال سے بنا ہے جو میل عام ہیں نہ کہ امیال مرسلہ، اور میل عام میل انگریزی کے برابر ہے اور وہ فرسخ جو میل مرسل سے بنے ایسے چار فرسخ کی ایک منزل ہے لہٰذا تین منزل میں بارہ فرسخ ہونگے نہ کہ اٹھارہ فرسخ۔ پھر فرسخ و میل میں جو اختلافات ہیں ان سے قطع نظر اگر یہ دو صورت پیش نظر ہوں تو وہ وجہ ترجیح بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ مسافت کی اقل مقدار کے بارے میں تین قول ہونے کے باوجود اٹھارہ فرسخ کے قول کو فقہاء کرام نے کیوں مفتیٰ بہ قرار دیا۔

بہر حال مسافت سفر کی مقدار تین منزل ہے فرسخ سے اس کا بیان دشوار ہے اس میں اختلافات کثیرہ موجود ہیں۔ فقہاء کرام نے اس لئے مراحل کا اعتبار کیا نہ کہ فرسخ کا۔

صاحب ردالمختار نے فرمایا " **لا اعتبار بالفراسخ**" اور سفر کسی ایک ملک کے باشندوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ زیادہ تر انسانوں کے لئے ایسے مرحلوں کا پیش آنا ضرورت میں داخل ہو چکا ہے۔ ہندوستان میں بھی سفر ہوتا تھا اس میں بھی مراحل ہوتے تھے یہاں بھی منزلیں ہوتی تھیں اور تین منزل پر سب کا اتفاق ہے یہ منزلیں عربی ہو یا عجمی ان میں کس قسم کی قید نہیں جبکہ اختلاف مواضع یا ممالک کی وجہ سے

دومنزل کے مابین کا بعد کافی مختلف تھا۔لہٰذا مجدد دین وملت فقیہ اعظم سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اس دور کے ہندوستانی عرف کا اعتبار کیا۔آپ فرماتے ہیں...........................

’’منزل ہمارے بلاد میں تقریباً بارہ کوس کی ہے یہی قول مفتیٰ بہ کے قریب تر ہے جسے ظہیریہ،محیط برہانی ونہایہ وکفایہ شروح ہدایہ،خزانۃ المفتیین وغیرھا میں علیہ الفتویٰ کہا کہ منزل اٹھارہ میل ہے۔اٹھارہ میل کے سوا گیارہ کوس ہوتے ہیں۔یہ قول اصل مذہب ظاہر الروایہ کے خلاف نہیں بلکہ ان بلاد کے مناسب اسی کی تقدیر شرح ہے .... **کما نبہ علیہ العلام اسمٰعیل مفتی دمشق والشام کما نقلہٗ فی منحۃ الخائق** ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں کہ یہاں اقصر ایام میں یعنی تحویل جدی کے دن میں فجر سے زوال تک سات ساعت کے قریب وقت ہوتا ہے اور شک نہیں کہ پیادہ اپنی معتدل چال سے سات گھنٹے میں بارہ کوس بے تکلف چل لیتا ہے جس پر بارہا کا تجربہ شاہد‘‘

(فتاوائے رضویہ ج/3 ص/659)

ردالمختار کے حوالے سے اوپر گزرا کہ ’’ **لا اعتبار بالفراسخ** ‘‘ اس لئے کہ اگر سفر سنگلاخ پر ہو تو ایک ہی آدمی کی مسافت دوسری ہوگی بنسبت ہموار زمین کی وہی انسان جب دلدلی زمین پر سفر کریگا تو یہ مسافت مذکورہ دونوں سے مختلف ہوگی،لہٰذا فراسخ سے اسے مقید کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں ہوگا۔اس لئے صاحب ردالمختار نے فرمایا کہ ’’ **لا اعتبار بالفراسخ** ‘‘ بلکہ مسافت کے لئے منزل کا اعتبار ہوگا،ایسی منزل کو کہیں مرحلہ یا پھر کہیں برید کہا جاتا ہے یعنی قافلے دن بھر چل کر رات کے لئے جہاں قیام کرتے ہیں وہی اس کی منزل ہے۔

سلطنت اسلامیہ میں جب کافی وسعت ہوتی تو اسلامی حکمرانوں کی طرف سے قوافل تجارت یا پھر قوافل حج وزیارت کے لئے زیادہ تر گزرگاہوں میں

سرائے یا برید کا قیام عمل میں آیا تا کہ متعدد قافلے جب ایک جگہ قیام کریں گے تو رہزنوں اور درندوں سے کافی حد تک محفوظ رہیں گے، اور آرام بھی کر لینگے۔ لیکن ان منازل کے قیام میں مقدار مسافت کا اعتبار نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ راستے کی حالت کا لحاظ زیادہ رکھا جاتا تھا۔ ان مراحل کے فائدہ مند اثرات سے متأثر ہو کر دنیا کے زیادہ تر ممالک نے بھی اس مفید نظام کو اپنا لیا، اور اپنے اپنے ملکوں میں بھی برید۔ منزل یا مراحل قائم کئے جن راستوں میں ایسے مراحل کا قیام نہ ہو سکا تو وہاں ان گزرگاہوں میں نصب متعین کئے گئے تا کہ متفرق قوافل کے لئے متحد ہو کر ایک جگہ رات گزارنے میں معاون ثابت ہوں، ایک دن کی مسافت بھی کم نہیں تھی جبکہ راستے بھی شاخ در شاخ ہوتے تھے۔ ایک منزل کا راستہ بھی طویل تھا۔ نئے مسافروں کو بھٹکنے کا پورا اندیشہ رہتا تھا۔ اس خطرہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے دو برید کے مابین اور کچھ پتھر نصب کئے گئے جن سے ایک منزل کو بارہ حصوں میں منقسم کر دیا گیا۔ ان نصب میں آنے والی منزل کے نام کے ساتھ کتنے بارھواں حصے باقی ہیں وہ بھی نقش ہوتے تھے۔ عرب میں ان دو پتھروں کے مابین کے بارھواں حصہ کو میل کہا جاتا تھا۔ اور ہمارے ہندوستان میں اسی کو کوس کہتے ہیں اس کا تذکرہ ردالمحتار میں بھی ہے۔ " **وقيل لا علام المبنية فى الطريق مكه اميال** "

(ج/1ص/352)

ان میلوں میں کوئی متعین مقدار نہیں ہوتی تھی بلکہ منزل کا بارھواں حصہ ہی ہوتا تھا، اور اسی کو میل یا پھر کوس کہا جاتا تھا۔ مولانا سعیدی صاحب نے جس میل کا تذکرہ کیا ہے وہ یہی میل ہے میل عام اس کی دو تہائی کے برابر ہے، لہٰذا فرسخ اگر میل عام کا ہے تو چھ فرسخ کی ایک منزل ہوگی اور اگر فرسخ میل مرسل سے ہے تو چار فرسخ کی منزل ہوگی جیسا کہ ردالمحتار (ج/1ص/352) میں ایک حاشیہ ہے کہ

البريد = ۴/فرسخ

☆ لہٰذا مسافت کی اقل مقدار یہی چار فرسخ ہے جبکہ ہر ایک فرسخ تین میل کا ہے اس

لئے اب ان میلوں سے بارہ میل کی اقل مقدار مسافت ہوئی اور میل عام چونکہ اس میل کی دوتہائی ہے۔لہٰذا اٹھارہ میل عام کی ایک منزل ہوگی پھر اس صورت پر فرسخ چھ ہونگے کہ تین میل برابر ایک فرسخ ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ میلوں کی کوئی مقدار متعین نہیں تھی بلکہ منزل کے بارہویں حصے کو میل کہا جاتا تھا اور یہ میل میل عام کا 1.5 ہوتا تھا،جس کی وجہ سے میل کے بیان میں علماء کرام کا کافی اختلاف رہا جبکہ سوال نامہ میں مذکور ہے کہ میل چھ ہزار ذراع ،میل بارہ ہزار قدم،میل چار ہزار ذراع ،میل تین ہزار ذراع ،میل دو ہزار ذراع وغیرہ یہ اختلافات اس لئے ہیں کہ جس نے جیسا دیکھا یا اپنے علاقہ میں جیسی روایت ملی اور وہاں ذراع جس کو کہا جاتا تھا اسی کے مطابق حکم لگایا۔ساتھ ہی اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ایک منزل دوسری منزل کی مساوی ہی ہو،ایسا کوئی ضروری نہیں ہے۔

ہندیہ میں ہے...........

لو کان فی موضع لہٗ طریقان احدھما فی الماء وھو یقطع فی ثلاثۃ ایام والثانی فی البر وھو یقطع فی یومین فانہٗ اذا ذھب فی طریق الماء یقصر وفی البر لا یقصر (اول ص71)

☆ ان عبارتوں سے یہ تو واضح ہو ہی گیا کہ مسافت سفر میں فراسخ یا امیال مؤثر نہیں بلکہ منازل ،مراحل یا برد کا ہی اعتبار ہوگا۔اس لئے سرکار اعلیٰ حضرت نے منزل کا ہی اعتبار کیا،امام اہل سنت کے سامنے متحدہ ہندوستان کی سرزمین تھی یہاں کے مراحل پیش نظر تھے، یہاں کی منزلوں سے صرف نظر مناسب نہیں تھا لہٰذا آپ نے وہ فتویٰ تحریر فرمایا جو بیان ماسبق کی زینت ہے اس مبارک فتویٰ کے وہ خاص جملے جو منزل تحقیق کی طرف جدید محققوں کی رہنمائی کررہے ہیں۔

وہ یہ ہیں.....................

(1) منزل ہمارے بلاد میں تقریباً بارہ کوس کی ہے

(2) منزل اٹھارہ میل ہے، اٹھارہ میل کے سوا گیارہ کوس ہوتے ہیں

(3) ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں

ایک نمبر میں جو منزل ہے وہ بارہ کوس کی ہے جب دوسرے نمبر کی منزل اٹھارہ میل یعنی سوا گیارہ کوس کی ہے، جبکہ تیسری منزل دس کوس کی ہے ان تینوں میں لفظ کوس مکرر ہے اس کا اطلاق متحدہ ہندوستان میں ہی ہوتا تھا۔ لہٰذا یہ لفظ بیان طلب ہے۔ امام اہلسنت نے خود ارشاد فرمایا.......................

''عرف میں منزل بارہ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس $\frac{٨}{٥}$ میل یعنی ایک میل اور ایک میل کے تین خمس اور تین میل کا ایک فرسنگ تو ایک منزل چھ فرسخ اور دو خمس فرسخ کی ہوئی''

(فتاویٰ رضویہ ج/3 ص/661)

ہندوستان میں رائج منزل یہاں کے عرف کے مطابق بارہ کوس کی تھی اور ایک کوس چونکہ 1.6 میل کے برابر ہے۔ لہٰذا ایک منزل کو میل میں تبدیل کرنے کے لئے اس سے ہمیں ایک رہنما قاعدہ ملا کہ (12 کوس 8x) ÷5 کا نتیجہ ایک منزل کی مسافت ہوگا اور حاصل تقسیم 19.2 آیا۔

لہٰذا انیس میل اور ایک خمس میل کی ایک منزل ہوئی پھر چونکہ تین میل ایک فرسخ کے برابر ہیں اس لئے 19.2 میل÷3 میل= 6.4 فرسخ نتیجہ بعینہٖ وہی آیا جو فقیہ اعظم نے فرمایا تھا کہ ایک منزل چھ فرسخ اور دو خمس فرسخ کی ہے۔

میں نے امام اہلسنت کے مبارک فتویٰ سے جو دوسرا جملہ نقل کرنے کی سعادت حاصل کی تھی وہ یہ تھا کہ....

''منزل اٹھارہ میل ہے، اٹھارہ میل کے سوا گیارہ کوس ہوتے ہیں''

☆ یہ جملہ بظاہر پہلے جملہ کی تحقیق کے خلاف ہے کہ پہلے جملہ میں منزل کے بارے

میں آپ نے فرمایا کہ اس کی مقدار بارہ کوس ہے جس کے 19.2 میل بنے اور اس کی مقدار بارہ کوس نہیں بلکہ سوا گیارہ کوس ہے جس کے اٹھارہ میل ہی بنتے ہیں آخر وہاں منزل 19.2 میل کی تھی تو یہاں اٹھارہ میل کیوں؟

معمولی توجہ سے یہ اشکال دور ہوسکتا ہے کہ پہلے جس منزل کا تذکرہ ہے وہ بارہ کوس کی ہے جس کا رواج ہندوستان میں تھا جبکہ دوسرے جملہ میں جس منزل کا تذکرہ ہے وہ ہندوستان کی رائج منزل نہیں اس لئے کہ یہ تو صرف سوا گیارہ کوس کی ہے اور یہ وہی منزل ہے جسے فقہاء کرام نے مفتیٰ بہ قرار دیا تھا۔

سعیدی صاحب نے بھی اسے نقل کیا ہے لیکن وہ اس میل کو سمجھ نہ سکے کہ یہ میل عام ہے یعنی مسلمان بھی اس کو میل کہتے ہیں اور انگریز بھی اس کو میل کہتے ہیں بالفاظ دیگر یہ میل انگریزی میل کے مساوی ہے یعنی اس سے مراد میل انگریزی ہے کہ عربی میل میں بظاہر شدید اختلافات ہیں اور یہ منزل ہندوستانی منزل سے کچھ چھوٹی ہے کہ اس منزل کی مسافت صرف اٹھارہ میل ہے جبکہ ہندوستانی منزل 19.2 میل کی ہے اور باب سفر میں چونکہ منزل کا اعتبار ہے فراسخ یا امیال کا نہیں اس لئے فاضل بریلوی نے منزل کی رعایت کرتے ہوئے حکم صادر فرمایا سرکار اعلیٰ حضرت نے اس منزل کی مقدار سوا گیارہ کوس کی بتائی اس سے بھی یہی ثابت کہ یہاں جس میل کا تذکرہ ہے اس سے مراد انگریزی میل ہی ہے کہ ایک میل کوس کا پانچ ثمن ہے۔

آپ خود ارشاد فرماتے ہیں.................

''ان بلاد میں ہر کوس $\frac{۸}{۵}$ میل''

☆ اور ظاہر ہے کہ یہ میل انگریزی ہی ہے اس لئے کہ یہ منزل چونکہ اٹھارہ میل کی ہے جب ہم ان میلوں کو اس نسبت پر تقسیم کریں گے جو ایک میل انگریزی کو ایک کوس ہندی سے ہے تو کوسوں میں اس منزل کا نتیجہ برآمد ہو جائے گا۔ لہٰذا 18 میل ÷ 1.6 میل =11.25 کوس۔

☆ سبحان اللہ نتیجہ بعینہٖ وہی برآمد ہوا جو سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا کہ منزل اٹھارہ میل ہے اٹارہ میل کے سوا گیارہ کوس ہوتے ہیں جبکہ ہندوستانی منزل میں آپ نے سوا گیارہ کوس نہیں بلکہ بارہ کوس کی مسافت بتائی تھی۔

☆ سرکار اعلیٰ حضرت کا تیسرا جملہ.....................

''ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں''

یہ تیسرا جملہ درحقیقت اس تیسرے احتمال کی طرف رہنمائی کررہا ہے جو فقہاء کے دوسرے قول کے نام سے مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے نقل کیا ہے کہ فقہاء کا یہ دوسرا قول پندرہ فرسخ کا ہے اور پندرہ فرسخ پینتالیس میل جو تین منزل کی مسافت ہیں کہ ایک منزل برابر پندرہ میل اس پر علماء خوارزم کا فتویٰ بھی رہا اوران حضرات نے پانچ فرسخ برابر ایک منزل پر فتویٰ صادر فرمایا جبکہ پانچ فرسخ کی منزل کے حساب سے یہ مسافت دس کوس سے کم ہے کہ فرسخ تین میل کا ہے تو اس کے پندرہ میل ایک منزل میں آئے جو دس کوس سے کم ہے کہ دس کوس برابر سولہ میل ہیں اور یہ پوری طرح ظاہر کہ باب سفر میں مقدار مسافت کا اعتبار نہیں بلکہ منزل سفر کا ہے۔اس لئے فقیہ اعظم سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ.........................

''ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں''

یعنی گرچہ اس سے کم مقدار میں علماء خوارزم نے فتویٰ دیا ہو وہ فتویٰ ان کے علاقے کے لئے تھا وہ اپنے علاقہ کو جانتے تھے وہاں کے مراحل سے بخوبی آشنا تھے۔لیکن یہاں کے مراحل ومنازل دوسرے ہیں، یہاں وہ فتویٰ قابل قبول نہیں ہوگا۔لہٰذا آپ نے فرمایا کہ ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں ہوگا۔

مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کو فتح القدیر کی اس عبارت سے دھوکہ ہوا جو ردالمحتار میں منقول ہے۔پہلے بھی اس کا تذکرہ آچکا ہے اور وہ سوال نامہ میں

بھی موجود ہے۔یعنی......................

”قیل یقدر بواحد وعشرین فرسخاً وقیل بثمانیة عشر وقیل بخمسة عشر “

یہاں منزل کے بارے میں تین قول ہیں پانچ فرسخ ۔ چھ فرسخ ۔ سات فرسخ ۔تین منزل جو مسافت سفر ہیں وہ پندرہ فرسخ ۔آٹھارہ فرسخ ۔اکیس فرسخ ہیں ان ہی تین قول پر سعیدی صاحب کی وہ تحقیق ہے جو پہلے گزری اور یہاں کے ہر ایک فرسخ کے ہر ایک میل کو سعیدی صاحب نے میل شرعی کا نام دیا اور میل عام سے نظریں پھیرلیں ۔فرماتے ہیں.......................

اکیس فرسخ = ترسٹھ میل شرعی = 115.189 کلومیٹر

اٹھارہ فرسخ = چون میل شرعی = 98.734 کلومیٹر

پندرہ فرسخ = پینتالیس میل شرعی = 82.268 کلومیٹر

حالانکہ مولانا سعیدی صاحب کے اس حساب کی بنیادیں مسلم نہیں ہیں کہ یہاں فراسخ کے جن میلوں کو انھوں نے اختیار کیا ان کی بنیاد ذراع مرسلہ ہے اوران چار ہزار ذراع مرسلہ کا جو ایک فرسخ ہوگا ایسے چار فرسخ کی ایک منزل ہے تین منزل بارہ فرسخ کی ہونگی نہ کہ اٹھارہ فرسخ کی؟

ردالمحتار کے حاشیہ میں ایک عبارت اسی کی رہنمائی کررہی ہے.............

البريد	=	۴ رفراسخ
الفراسخ	=	۳ راميال
الميل	=	۴۰۰۰ رذراع مرسلہ
الذراع	=	۶ رقبضات
الاصبع	=	۹۲۵ء۱ رسم

یہاں چار فرسخ کی ایک برید تو تین برید میں بارہ فرسخ پائے جائیں گے نہ کہ اٹھارہ فرسخ اور اگر کوئی منزل پندرہ، اٹھارہ یا اکیس میل کی ہو تو یقینی اعتبار سے وہ امیال دوسرے ہونگے اور فتح القدیر کی اس عبارت میں جو فرسخ کا لفظ ہے اس میں یہ میل نہیں بلکہ میل عام ہے جو میل انگریزی کے برابر ہے۔ اور فن حساب سے ان منزلوں کی وہ مقداریں بھی میزان تحقیق میں کھڑی نہیں اترتی ہیں کہ ان ترسٹھ میلوں کی مقدار 115.189 کلومیٹر نہیں بلکہ 116.424 کلومیٹر ہے۔ چون میل کی مقدار 98.734 کلومیٹر نہیں بلکہ 99.732 کلومیٹر ہے۔

اسی طرح پینتالیس میل کی 82.268 کلومیٹر نہیں بلکہ 83.16 کلومیٹر ہے۔ بہرحال یہ ممکن ہے کہ دوسرے ملک میں میل کچھ بڑا ہو اور اسی وجہ سے اس کی مقدار میں اختلافات ہوں اس سلسلے میں مختلف پانچ اقوال تو میں نے پیش کئے مزید صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں " **والمیل فی کلام العرب منتھیٰ مد البصر** " ہر ایک اس سے اندازہ کر سکتا ہے کہ اس کا تعین کس قدر دشوار ہے۔

بصارت بصارت میں فرق ہے مقام بصارت سے بھی اختلاف پڑ سکتا ہے، فضائی کثافت سے میل کی مقداریں کم وبیش ہو سکتی ہیں، متفرق اوقات بھی اس میں اثر انداز ہو سکتے ہیں جبکہ مسئلہ کا تعلق عرف ورواج سے ہے اس کے باوجود ساتواں قول اس سلسلے میں اسی ردالمحتار میں ہے " **انہ اربعۃ آلاف خطوۃ** " کہاں ذراع کہاں خطوہ؟ بعض کتب فقہ میں قدم سے بھی اس کی پیمائش بتائی گئی ہے۔ جب میل کے بارے میں یہ اختلافات موجود ہیں تو پھر فرسخ کو اس سے بری قرار نہیں دے سکتے ہیں کہ فرسخ ان ہی تین میلوں کے ایک مجموعہ کا نام ہے اس کے باوجود مولانا سعیدی صاحب نے ہر ایک میل میں چار ہزار ذراع کے قول کو اپنا لیا اور اس بات پر کوئی توجہ نہیں دی کہ یہ کس علاقہ سے متعلق ہے اور یہاں کونسا ذراع مراد ہے؟ کیا ذراع مرسلہ اور ذراع عامہ میں بھی کوئی فرق ہے یا نہیں؟ جن حضرات نے میل کی یہ مقدار بتائی انھوں

نے باقی معانی سے صرف نظر کیوں کیا؟ ان مختلف فیہ معانی میں کوئی تطبیق کی صورت بھی ہے یا نہیں؟

لہٰذا مناسب وہی ہے جو فتاوائے رضویہ کی روشنی میں میں نے بیان کیا کہ منزل کے بارھویں حصہ کو ہندوستان میں کوس کہا جاتا تھا اور زیادہ تر عرب علاقے میں اسی کو میل سے تعبیر کرتے تھے اس کی طرف رہنمائی کے لئے اسی ردالمحتار کی یہ عبارت ہمارے لئے کافی ہے کہ..

"والمراد ههنا ثلث الفرسخ والفرسخ ربع البريد"

جبکہ فتح القدیر کی وہ عبارت جس سے مولانا سعیدی کو دھوکہ ہوا اس کا لازمی معنیٰ **والفرسخ خمس البريد** یا پھر **سدس البريد** یا **سبع البريد** ہونا چاہئے جیسا کہ علماء کرام اس سے اچھی طرح واقف ہیں، سابقہ عبارت میں میل سے مراد ثلث فرسخ بتایا گیا اور فرسخ کو ربع برید کہا گیا اور برید، مرحلہ اور منزل ایک دن کی مسافت کے لئے مستعمل ہیں اسی ردالمحتار میں لفظ برید پر اس حاشیہ سے بھی یہی مفہوم ظاہر ہے۔ حاشیہ یہ ہے..................

البريد	=	۴رفراسخ
الفراسخ	=	۱۲رامیال
الميل	=	۴۰۰۰رذراع مرسلہ
الذراع	=	۶رقبضات
الاصبع	=	۹۲۵ء۱رسم

(اول ص/352)

اسی ذراع مرسلہ سے ہم **الشرنبلالی** کی یہ عبارت بھی پیش کر سکتے ہیں جسے صاحب ردالمحتار نے بھی نقل فرمایا ہے............... **"بان يراد بالذراع ما فيه اصبع قائمة عند كل قبضة فيبلغ ذراعا ونصفاً بذراع العامة"**

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ذراع مرسلہ ذراع عامہ سے بڑا ہوتا ہے اوران دونوں میں ایک اور ڈیڑھ کا فاصلہ ہوتا ہے، یہاں ان میلوں میں جو چار ہزار ذراع کا لفظ ہے وہ ذراع مرسلہ ہے ان چار ہزار ذراعوں کا مجموعہ جو میل ہے اسے ہم میل مرسل کہہ سکتے ہیں یہ میل میل عامہ سے بڑا ہوگا ایسے تین میلوں سے جب کوئی فرسخ ہوتو ایسے چار فرسخوں سے ایک برید کا حصول ہوگا نہ کہ چھ فرسخ سے جب چار فراسخ کی منزل ہوگی تو اس میں میل بارہ ہی ہونگے ۔یعنی برید کا بارھواں حصہ میل ہوا جیسا کہ ہندوستان میں منزل کا بارہواں حصہ کوس ہے۔

مولانا سعیدی صاحب کی اس طرف توجہ نہیں رہی اور چار ہزار ذراع برابر ایک میل کو انھوں نے سامنے رکھا نہ اس ذراع پر توجہ دی کہ یہ ذراع کونسا ہے اور نہ ہی برید برابر چار فراسخ ہی ان کے لئے قابل التفات رہا ان اختلافات کے درمیان صاحب فتح الباری کی تحقیق قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے فرماتے ہیں......................

" ثم ان الذراع الذی ذکره النووی تحدیده قد حرره غیره بذراع الحدید المستعمل الأن فی مصر والحجاز فی هٰذه الاعصار فوجده ینقص عن ذراع الحدید بقدر الثمن فعلیٰ هٰذا فالمیل بذراع الحدید علی القول المشهور خمسة آلاف ذراع ومائتان وخمسون ذراعاً وهٰذه فائدة نفیسة قل من نبه علیها "

(فتح الباری ج/2 ص/806)

اس عبارت سے صاف وضاحت ہو رہی ہے کہ علامہ نووی علیہ الرحمہ نے چھ ہزار ذراع کا ایک میل بتایا تھا لیکن کچھ حضرات نے اس ذراع حدید سے اس کا موازنہ کیا جو اس وقت مصر اور حجاز میں رائج تھا تو ذراع حدید سے اسے ایک ثمن کی مقدار ناقص پایا اس پر صاحب فتح الباری فرماتے ہیں.........اب اس بنیاد پر پانچ ہزار

دوسو پچاس ذراع کا ایک میل ہوگا اس لئے کہ 6000 ذراع ناقص 7x ثمن =42000 ثمن ÷8 ثمن =5250 ذراع مروجہ فی مصر والحجاز وہی نتیجہ آیا جو فتح الباری میں ہے یعنی ایک میل کی مسافت مصر اور حجاز میں رائج ذراع سے پانچ ہزار دوسو پچاس ذراع کی ہوئی۔مولانا سعیدی صاحب تو صرف چار ہزار بتا رہے ہیں جبکہ فتح الباری کی تحقیق ان سے کافی زیادہ ہے یہاں یہ چار قول پیش نظر ہیں انگریزی میل 1760 گز کو ذراع میں تبدیل کیا جائے تو اس کے 3520 ذراع بنیں گے۔

لہٰذا...............ایک میل = 6000 ذراع جیسا کہ نووی نے فرمایا

ایک میل = 5250 ذراع جیسا کہ فتح الباری میں ہے

ایک میل = 4000 ذراع سعیدی دلائل کی جو بنیاد ہے

ایک میل = 3520 ذراع عامہ یا انگریزی

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ صاحب فتح الباری کے روضہ پر انوار پر تا حشر رحمت کی گہر باری کرے کہ آپ نے وہ تحقیق پیش کی اور اس ناقص مقدار کو بھی بیان فرما دیا جو ذراع حدید کے مقابلہ میں چھ ہزار ذراعوں میں سے ہر ایک میں تھی۔جس طرح سے صاحب فتح الباری نے اسی تناقص کی وجہ سے چھ ہزار ذراع کی صحیح مقدار 5250 ذراع بتائی تھی کہ ان میں سے ہر ایک ذراع میں ایک ثمن کا نقص تھا وہی نقص چار ہزار کے ذراع میں بھی ہے کہ چار ہزار اور چھ ہزار میں ایک اور ڈیڑھ کا فاصلہ ہے یعنی چار ہزار چھ ہزار کا دوثلث ہے۔

لہٰذا 4000 ذراع 7x ثمن =28000 ثمن ÷ 8 ثمن =3500 ذراع ایک میل کی مقدار بنے جس طرح چار ہزار اور چھ ہزار میں ایک اور ڈیڑھ کا فاصلہ ہے اسی طرح تین ہزار پانچ سو اور پانچ ہزار دوسو پچاس میں بھی ایک اور ڈیڑھ کا فاصلہ ہے اسی تناسب میں انگریزی میل کے ذراع کو اگر ایک فرض کیا جائے تو اس کا ڈیڑھ 5280 ہوگا۔فتح الباری کی تحقیق سے تیس ذراع زائد جیسا کہ چار ہزار

سے ایک ثمن کے اسقاط سے یہاں تین ہزار پانچ سو ذراع بنے تھے۔ میل انگریزی میں بیس ذراع زائد ہے اور دونوں زائد میں بھی ایک اور ڈیڑھ کا فاصلہ ہے۔

(1) چھ ہزار ذراع کے قول میں 5250 ذراع ملے

(2) چار ہزار ذراع میں 3500 پائے جائینگے

(3) انگریزی میل کے 3520 ذراع

(4) اس کا ڈیڑھ 5280 ذراع

یعنی ایک میل انگریزی کے مقابلہ میں سعیدی بنیاد میں بیس ذراع کم جبکہ صاحب فتح الباری کی تحقیق میں انگریزی ذراع کے ڈیڑھ مثل سے تیس ذراع کم ہیں اور بیس اور تیس میں بھی ایک اور ڈیڑھ کا فاصلہ ہوا اس سے مسئلہ واضح ہوا کہ میل مسافت کا استعمال دو مختلف فیہ معنیٰ میں ہوا۔ ایک میل عام جو انگریزی میل کے برابر دوسرے کو ہم میل مرسل کہہ سکتے ہیں یا پھر میل شرعی کہئے۔ ان دونوں میلوں میں پہلا میل دوسرے کا دو ثلث ہے اور ایک میل میں جو بیس ذراع کا فرق پڑا اور ڈیڑھ میل میں تیس ذراع کا، اس کی وجہ دو ہوسکتی ہیں کہ میل کی مقدار میں شدید اختلاف ہے جسکی وجہ سے یہاں بھی فرق پڑ سکتا ہے۔

پھر 3520 ذراع میں صرف بیس کا فرق کوئی قابل توجہ نہ رہا کہ ایک میل میں بیس ذراع کی خاص کوئی حیثیت ہی نہیں دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ذراع نووی میں جو نقصان تھا وہ پورے ایک ثمن کا نہ ہو یعنی چوبیس انگلی میں پوری تین انگلی کی کمی نہ ہو بلکہ یہ ناقص مقدار تین انگلی سے قریب ہو اسی قرب کو چوبیس کی وجہ سے ثمن کا اطلاق ہوا ہو۔ اس لئے یہاں **ینقص بذراع الحدید بالثمن** نہ کہہ کو اس کو **بقدر الثمن** فرمایا گیا ہو بنظر غائر ان ذراعوں میں پوری تین انگلی کا نقصان نہیں بلکہ دو انگلی ودو ثلث انگلی کا ہی نقصان تھا یعنی ایک ذراع کے چوبیس حصوں میں تین حصے کی کمی نہیں بلکہ پچیس حصوں میں تین حصے کی کمی تھی اور پچیس کو چوبیس اس لئے کہا گیا کہ چوبیس انگلی کا ایک

ذراع ہے ۔لہٰذا سعیدی بنیاد چار ہزار سے 3520 ذراع بنے گی ، اور نووی فرمان 6000 کے 5280 ذراع ہونگے یعنی ایک میل 3520 ذراع کا ہے دوسرا میل 5280 ذراع کا ہے۔

لہٰذا فرسخ اگر میل اول کا ہے تو چھ فرسخ کی ایک منزل ہوگی اور اگر فرسخ میل ثانی سے ہے تو چار فرسخ کی ایک منزل ہوگی کہ چھ اور چار میں بھی فاصلہ ایک اور ڈیڑھ کا ہے، اور یہ میل ہندوستانی کوس سے بہت قریب ہے کہ ایک منزل میں یہاں بارہ کوس ہیں جس کے 19.2 میل انگریزی ہیں اور چار فرسخ میں جو بارہ میل کی منزل ہے اس کے 18 میل انگریزی ہیں اور اس میل کو میل مرسل یا پھر میل شرعی کا نام دے سکتے ہیں ۔جبکہ ہندوستانی کوس انگریزی ڈیڑھ میل سے کچھ زائد ہے بارہ میل کی اسی مقدار کو امام اہل سنت نے اپنے مبارک فتویٰ میں اٹھارہ میل قرار دیا ہے اور جسے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا کہ.......................

''منزل اٹھارہ میل ہے اٹھارہ میل کے سوا گیارہ کوس ہوتے ہیں''

اٹھارہ میل کے قول میں لفظ میل سے میل عامہ مراد ہے جو انگریزی میل کے مساوی ہے ورنہ اس کی تشریح سرکار اعلیٰ حضرت سوا گیارہ کوس سے نہ کرتے اس لئے کہ سوا گیارہ کوس کے جو اٹھارہ میل ہیں وہ انگریزی ہی ہیں مزید اس کی وضاحت ایک دوسرے فتویٰ سے بھی یہی ہو رہی ہے جیسا کہ تحریر فرماتے ہیں.................

''عرف میں منزل بارہ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس ۸/۵ میل یعنی ایک میل اور ایک میل کے تین خمس''

(فتاوائے رضویہ ج/3 ص/661)

☆ اسی طرح الہ آباد کے ایک سوال کا جواب یوں قلمبند فرماتے ہیں.............

''ہمیشہ پوری پڑھے گا اگر چہ اس طرح دنیا بھر کا گشت کر آئے جب تک ایک نیت سے پورے چھتیس کوس یعنی ساڑھے

ستاون میل انگریزی کے ارادے سے نہ چلے“

(فتاوائے رضویہ ج/3 ص/667)

پہلے فتویٰ میں فرمایا منزل بارہ کوس ہے الہ آباد کے فتویٰ میں پوری مقدار مسافت کو چھتیس کوس قرار دیا جبکہ میلوں میں اس کی مسافت ساڑھے ستاون میل انگریزی بتائی اور پہلے فتویٰ میں کوس اور میل کے درمیان کا تناسب بھی بتا دیا تا کہ اہل ذوق ساڑھے ستاون میل کی پیمائش کر سکے۔متحدہ ہندوستان میں چھتیس کوس برابر تین منزل ہیں اور اس باب میں منزل کا ہی اعتبار ہے جیسا کہ ہندیہ میں ہے..........

” اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلثة ايام “

(اول ص/71)

لہٰذا ان ہی چھتیس کوس کو ہمیں ملحوظ خاطر رکھنا ہے اور سابقہ کتب فقہ سے اس مقدار کا موازنہ کرنا ہے کہ فاضل بریلوی کے اس قول کی تائید میں کتب سابقہ ہیں یا نہیں؟

ویسے تو فاضل بریلوی کی تحقیق اعلیٰ معیار کی ہوتی ہے کہ آپ نے اپنی زیادہ تر تحقیقات کو تدقیقات سے آراستہ کیا ہے۔انھیں تدقیقات میں سے ایک ہندی کوس اور انگریزی میل کے درمیان کا بیان تناسب بھی ہے یعنی آپ نے ہر ایک ہندی کوس کو ۸/۵ میل انگریزی قرار دیا۔لہٰذا کوس اگر ایک ہے تو میل 1.6 ہوگا۔اب بارہ کوس 19.2 میل انگریزی کے برابر ہونگے جو ایک منزل کی مسافت ہے اور اقل مقدار سفر تین منزل ہے۔لہٰذا 19.2 میل انگریزی 3x منزل=57.6 میل انگریزی سے تین منزل کی مسافت کا حصول ہوا، یہی تو سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ...

”نماز پوری پڑھی جائے گی جبکہ وہ دوسری جگہ الہ آباد سے
۳۶/کوس یعنی ستاون اٹھاون میل کے فاصلے پر نہ ہو“

(فتاوائے رضویہ ج/3 ص/660)

☆ اس مسئلہ پر حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں......................

''اور خشکی میں میل کے حساب سے اس کی مقدار ۵۷ ۳/۸ میل ہے''

حضور صدر الشریعہ کے اس مبارک جملہ میں عدد کسری کو تین بٹے آٹھ بتایا گیا اگر چہ اس سے مقدار مسافت کوئی خاص متأثر نہیں ہوگی لیکن میری ناقص رائے میں حضور صدر الشریعہ کی طرف اس کی نسبت مناسب نہیں رہے گی۔ اس لئے کہ آپ نے جب یہ حساب کیا ہوگا تو فاضل بریلوی کی بتائی ہوئی وہ مقدار ضرور پیش نظر ہوگی جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ ہمارے بلاد میں کوس میل کا ۸/۵ ہے اور تین منزل کی مسافت چونکہ چھتیس کوس ہے۔

لہٰذا حضور صدر الشریعہ نے چھتیس کو یقیناً اس عدد کسری سے ضرب دیا ہوگا کہ نتیجہ کو جب اس عدد کسری پر تقسیم کیا جاتا ہے تو حاصل تقسیم کا عدد تمام چھتیس ہی آتا ہے اور جب آپ نے اس چھتیس کو اس سے ضرب دیا ہے تو عدد کسری میں نیچے پانچ عدد ہوگا نہ کہ آٹھ کا یعنی اس کو یوں لکھا جائیگا ۸/۵ × ۳۶ = ۲۸۸/۵ = ۵۷ ۳/۵

حضور صدر الشریعہ نے تین کے نیچے پانچ کے عدد کو ہی تحریر فرمایا ہوگا اور طباعت کی عدم توجہی سے پانچ کے بجائے آٹھ ہو گیا ہوگا اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی تا کہ اعلیٰ حضرت کے قاعدہ سے متعارض نہ ہو۔ اور عدد کسری تین ثمن کے بجائے تین خمس انسب رہے گا۔

بہر حال سرکار اعلیٰ حضرت نے ساڑھے ستاون ، اٹھاون میل انگریزی تحریر فرمایا اور حضور صدر الشریعہ نے ستاون میل اور تین ثمن میل یا پھر تین خمس میل کی تعلیم فرمائی۔ اور ان دونوں عظیم محققوں کے دربار تحقیق کی خاک بوسی کا صلہ یہ ملا کہ بے قدر غلام پر ستاون اعشاریہ چھ میل کا فیضان ہوا۔ یعنی 57.6 میل جو برابر ہیں ستاون میل اور تین خمس میل کے۔

☆ بہر حال اس سے واضح ہوا کہ وہی مبنی بر حقیقت ہے جو عظیم محقق سیدنا اعلیٰ حضرت

نے فرمایا کہ مطلوبہ مقدار ستاون، اٹھاون میل انگریزی ہے اور حضور صدر الشریعہ ودیگر فقہاء اہلسنت نے جس کا اتباع کیا جبکہ مولانا غلام رسول صاحب سعیدی کو اس کی اقل مقدار اٹھارہ فرسخ کے میلوں سے تسامح ہوا کہ ان ہی میلوں کو انھوں نے میل شرعی قرار دیا حالانکہ یہ میل عام ہیں جو انگریزی میل کے برابر ہیں اور دونوں میلوں کے درمیان ایک اور ڈیڑھ کا فاصلہ ہے کہ کہیں چار فرسخ برابر ایک برید قرار دیا گیا اور یہاں چھ فرسخ برابر ایک منزل ہیں۔

یہ مسئلہ شرعیہ بالکل اسی طرح واضح ہوا جو سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا لیکن اس حکم پر بھی ایک صدی سے زائد کا عرصہ گزر گیا اس مدت میں کافی تبدیلیاں آئیں۔ پیمائش کے اکثر پیمانے بھی بدل گئے، میل کی جگہ کلومیٹر کا استعمال ہونے لگا۔ لہٰذا جدید تقاضے کے مطابق کلومیٹر سے اس کا بیان زیادہ مفید رہے گا۔

لہٰذا ذراع برابر ڈیڑھ فٹ پر چونکہ سب کا اتفاق ہے تو اس کو بنیاد قرار دینا بہتر رہے گا کہ جدید وقدیم دونوں آلات پیمائش کا یہ سنگم ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ سو سینٹی میٹر کا ایک میٹر اور ایک ہزار میٹر کا ایک کلومیٹر ہے۔

جبکہ اصبع سے ذراع، ذراع سے میل، میل سے فرسخ اور فرسخ سے منزل کا وجود ہے۔

☆ فقیہ بے مثال سیدنا اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں..................

"میل بری کہ یہاں رائج ہے ۱۷۶۰ گز یعنی ۵۲۸۰ فٹ ہے"

(کشف العلة عن سمت القبلة ص/124)

یہ بری میل دراصل انگریزی میل ہے جدید طریقہ تعلیم کی اسکولی کتابوں میں بھی یہی مقدار نظر آرہی ہے جیسا کہ ایک ڈکشنری میں ہے.........

Mile- A.lineal measure of 1760 yards

پھر یارڈ کے بارے میں یہ بتایا گیا

Yard- The unit of measure (3Ft)

یعنی میل 1760 گز کا اور گز تین فٹ کا ہے۔لہٰذا 1760 گز x3 فٹ 5280 فٹ کا ایک میل ہوا۔ یعنیہٖ نتیجہ وہی برآمد ہوا جو فاضل بریلوی نے بتایا تھا کہ ایک میل پانچ ہزار دو سو اسی فٹ کا ہے، ایک میل انگریزی کی یہی مقدار ہے۔

اور یہ میل عام کتب فقہ میں بکثرت جس کا استعمال ہے وہ اسی کے مطابق ہے اور ڈیڑھ فٹ برابر ایک ذراع جس کا اقرار مولانا سعیدی صاحب کو بھی ہے جبکہ ہر ایک ذراع چوبیس انگلی کا ہوتا ہے، جبکہ اس انگلی کی اور تدقیق کرے تو چھ جو کی طرف رخ کرنا پڑے گا۔ پھر ہر ایک جو کو سمجھنے کے لئے بالوں کا سہارا لینا پڑے گا۔ ایسی پرخار وادیوں کی طرف رخ کرنے سے بہتر وہی رہے گا جس بنیاد پر سعیدی صاحب سے ہمارا اتفاق ہے یعنی ایک ذراع برابر ڈیڑھ فٹ ۔امام اہلسنت کا بھی یہی ارشاد ہے۔ مولانا سعیدی صاحب کا بھی اقرار ہے اور فرنجیوں کو بھی یہ تسلیم ہے جبکہ ایک فٹ برابر 30.48 سینٹی میٹر ہے اور ڈیڑھ فٹ برابر ایک ذراع۔

لہٰذا 30.48 سینٹی میٹر x1.5 فٹ =45.72 سینٹی میٹر کا ایک ذراع ہوا اور دو ذراع برابر ایک گز ۔تو پھر 91.44 سینٹی میٹر x1760 گز =160934.4 سینٹی میٹر کا ایک میل آیا۔ اور ایک لاکھ سینٹی میٹر کا ایک کلومیٹر۔ اس لئے ایک میل کا 1.609 کلومیٹر ہوا۔

پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ 19.2 میل کی ایک منزل ہے، یہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ نمبر 629 میں بھی ہے۔ تو پھر ہم ان میلوں کو مذکورہ کلومیٹر سے ضرب دیکر اس منزل کو کلومیٹر میں تبدیل کر سکتے ہیں ۔لہٰذا 19.2 میل x1.609 کلومیٹر =30.8928 کلومیٹر کی ایک منزل ہوئی۔ اور تین منزل برابر اقل مقدار مسافت ہے۔

☆ لہٰذا ایک منزل کی میلوں کو تین سے ضرب دینے سے اس مقدار کی مسافت میلوں

میں نظر آئے گی، جبکہ ان کلومیٹروں سے ضرب دینے سے مطلوب مقدار کا نتیجہ کلومیٹر میں ظاہر ہوگا۔لہٰذا 19.21 میل x3 منزل =57.6 میل اقل مقدار مسافت ہوئی۔اور 30.8928 کلومیٹر x3 منزل =92.678 کی یہی مسافت ہوئی۔ان معروضات سے یہی نتیجہ سامنے آیا کہ ہمارے اسلاف کا فیصلہ مبنی بر حقیقت تھا، انھوں نے جو مقدار میلوں میں بتائی تھی وہی حق وصواب ہے۔اور بعد والے علماء اہلسنت کا فیصلہ یہی درست تھا جس کو انھوں نے کلومیٹر میں بیان کیا تھا۔

اب تک کی تحریروں سے مسافت سفر کی پیمائش سے متعلق آلات کی جو صورتیں ظاہر ہوئیں وہ کچھ اس طرح سے ہیں.....................

1	ایک میل عام	=	ایک میل انگریزی
2	ایک میل مرسل	=	1.5 میل انگریزی
3	ایک کوس	=	1.6 میل انگریزی
4	ایک میل انگریزی	=	1760 گز
5	ایک گز	=	3/فٹ
6	ایک فٹ	=	30.48/سینٹی میٹر
7	ایک میل انگریزی	=	1.609/کلومیٹر
8	ایک کلومیٹر	=	1000/میٹر
9	ایک میٹر	=	100/سینٹی میٹر
10	ایک منزل	=	19.2/میل انگریزی
11	اقل مقدار مسافت	=	57.6/میل انگریزی یا میل عام
12	اقل مقدار مسافت	=	92.678/کلومیٹر

گـــزارش: سوال نامہ کے سوالات میں چونکہ ایک نمبر سے چار نمبر تک کے سوالات ایسے ہیں کہ ان نمبروں میں سے ایک کا دوسرے سے صرف تعلق ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے وجود اور ثبات سے وابستہ ہے۔اس لئے بالترتیب جواب نہ لکھ کر میں نے من جملہ بیان کیا اور ترتیب کا لحاظ نہ رکھ سکا۔جس کی وجہ سے معذرت خواہ ہوں۔

سوال نامہ میں سوال نمبر پانچ

(۵) ہمارے فقہائے احناف نے جواز قصر کے لئے جو شرطیں بیان کی ہیں ان میں ایک شرط آبادی سے باہر ہو جانا بھی ہے (الخ)

اس پر عرض ہے کہ زمانۂ قدیم کے شہروں کی آبادی اتنی زیادہ نہیں تھی جو آج کے شہروں میں ہمیں نظر آ رہی ہے اور سفر کا طریقہ بھی مختلف تھا بیروں شہر کو ایک پڑاؤ کی طرح استعمال کیا جاتا تھا، لوگ اپنی اپنی سواری سے کسی مخصوص جگہ میں پہونچ کر دیگر ہم سفر کے انتظار میں رہتے تھے، زیادہ سے زیادہ لوگوں کا ایک بڑا قافلہ ہوتا تھا پھر یہ لوگ اگلی منزل کے لئے یہاں سے روانگی کرتے تھے اگلی منزل میں کچھ نئے احباب قافلہ میں شریک ہوتے اور پرانے احباب میں سے کسی کا راستہ یہاں سے دوسرا ہوتا۔ اسی طرح منزل مقصود تک رسائی حاصل کرنے سے پیشتر متعدد بار قافلہ بکھرتا اور سنورتا رہتا تھا۔ آبادی سے باہر جس جگہ دیگر احباب کا انتظار ہوتا تھا وہ جگہ اسی آبادی سے متعلق ہوتی تھی، لہٰذا فقہاء کرام نے اسی کی حد بندی کی کہ گھر سے نکلنے والا اسی وقت سے مسافر نہیں کہلائے گا جب سے اس نے سفر کی شروعات کی بلکہ اس کا ارادہ ہوتا تھا کہ میعاد میں پہونچ کر احباب سے ملے گا۔ ضرورت پڑی تو ان کا انتظار بھی کرے گا، اس کی وجہ سے سفر کی نیت میں تسلسل نہ رہا۔ لہٰذا سفر کے احکامات ابھی اس سے متعلق نہیں ہونگے۔

اس لئے فقہاء کرام نے بتایا کہ صرف سفر سے ہی وہ مسافر نہیں ہوگا بلکہ آبادی یا توابع آبادی سے بھی باہر ہونا اس کے شرائط میں داخل ہے۔

☆ انھیں فقہاء کرام کی ترجمانی کرتے ہوئے حضور صدر الشریعہ نے فرمایا کہ.........

”محض نیت سفر سے مسافر نہ ہوگا بلکہ مسافر کا حکم اس وقت سے

ہے کہ بستی کی آبادی سے باہر ہو جائے شہر میں ہے تو شہر
سے گاؤں میں ہے تو گاؤں سے اور شہر والے کے لئے یہ بھی
ضرور ہے کہ شہر کے آس پاس جو آبادی شہر سے متصل ہے اس
سے بھی باہر ہو جائے''

(بہار شریعت حصہ چہارم ص ر 76)

لیکن سوال کے فاضل مرتب نے کچھ ایسے گوشوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن کا شمار مسائل جدیدہ میں ہی ہو سکتا ہے۔آپ فرماتے ہیں....................

''بمبئی ، کلکتہ، مدراس ، بنگلور ، حیدرآباد جیسے بڑے بڑے
شہروں کا حال زمانۂ قدیم کے شہروں سے بہت مختلف ہے...
........کئی گھنٹوں تک سفر کرنے کے بعد بھی آدمی آبادی سے
باہر نہیں ہو پاتا '' الخ

یقیناً دور حاضر کے شہر اگر زمانۂ قدیم کے شہروں کی طرح ہوتے تو پھر مسئلہ کو کسی فقہی سیمینار میں رکھنے کی ضرورت نہیں تھی جبکہ دور حاضر کے بعض شہر تو دنیا کے کئی ایک ممالک سے بھی آبادی میں بڑے ہیں۔مثلاً یہی پانچ ہندوستانی شہروں کو پیش نظر رکھیں تو ان میں سے ہر ایک کی آبادی سے ملک مالدیپ جیسے ایک درجن سے زائد ممالک وجود میں آسکتے ہیں۔لیکن احکام سفر کا توقف چونکہ آبادی کی قلت و کثرت پر نہیں بلکہ اس سے خروج پر ہے۔

لہٰذا ہم ان شہروں کی مساحت سے چشم پوشی نہیں کر سکتے ہیں،اور مذکورہ پانچوں شہروں میں سے ہر ایک کی مساحت ہزاروں کلومیٹر میں پھیلی ہوئی ہے جس کی وجہ سے کئی گھنٹوں تک کے سفر کے باوجود آدمی شہر ہی میں رہتا ہے اس لئے کہ کلکتہ کا رقبہ ایک ہزار آٹھ سو چھیاسی اعشاریہ سرسٹھ کلومیٹر ہے، مدراس کا رقبہ ایک ہزار ایک سو نواسی کلومیٹر ہے۔حیدرآباد کا رقبہ نو سو بائیس کلومیٹر ہے،جبکہ بنگلور کا رقبہ ان تینوں سے زیادہ دو ہزار ایک سو چھیانوے

کلومیٹر ہے اور بمبئی دو ہزار تین سو اٹھائیس کلومیٹر میں پھیلا ہوا ہے۔

اب اگر ان شہروں کے ایک کنارے کا آدمی ہو دوسرے کنارے میں ریلوے اسٹیشن ہو تو کئی گھنٹوں تک چلنے کے باوجود وہ شہر ہی میں نظر آئے گا۔ پھر بھی ابھی تک یہ شہر اس معیار کے نہیں ہیں کہ ریلوے اسٹیشن مسافت سفر میں ہو جبکہ زیادہ تر اسٹیشن بیرون شہر ہیں اور ہوائی اڈے تو شہر سے باہر ہی بنائے جاتے ہیں۔

اور فقہ کی زیادہ تر کتابوں میں ابتداء سفر آبادی سے باہر بتایا گیا۔ مسئلہ دائرہ میں یہی شرط بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ دراصل سفر کے ارادہ سے اپنا گھر چھوڑنے والوں کا پہلا پڑاؤ منتہی آبادی میں ہوتا تھا دور حاضر میں اس کی نظیر بس اسٹیشن یا ریلوے اسٹیشن یا پھر ہوائی اڈے ہیں کہ مسافر یہیں جمع ہو کر اپنی اپنی منزل کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ زیادہ تر ریلوے اسٹیشن فنائے شہر میں ہی ہوتے ہیں جیسا کہ بریلی شریف کے اسٹیشن کے بارے میں سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا.............

> ''یہاں سے تلہر تک اور تلہر کے قیام تک قصر نہ کریں جب تلہر سے بخط مستقیم رام پور کا ارادہ ہو تو راہ میں بھی اور رام پور میں بھی اور بریلی تک واپس آنے میں بھی قصر کریں، رام پور جانے میں اگرچہ بریلی اسٹیشن پر گزر ہو گا مگر وہ بریلی میں گزر نہیں کہ قصر کا قصر کر دیں اس لئے کہ یہاں اسٹیشن خارج شہر ہے''

(فتاوائے رضویہ ج/3 ص/665)

حالانکہ تلہر سے رام پور جانے والا مسافر بریلی ہو کے گیا ہے جبکہ بریلی کے محلّہ بہاری پور کا وہ رہنے والا ہے پھر بھی یہاں مقیم نہیں ہوا، گھر کے اسٹیشن میں آنے کے بعد بھی مسافر رہا۔ لہٰذا ایسے اسٹیشنوں کا شمار آبادی میں نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی ایسے اسٹیشن خارج آبادی ہیں، اسی طرح شہر کے حالات بھی مختلف ہیں مذکورہ شہروں کی آبادی کافی زیادہ ہے اور آبادی کے ساتھ ساتھ رقبہ میں بھی وسعت ہوتی جا رہی ہے جیسا کہ

سوال سے ظاہر ہے۔

لیکن آبادی کا اتصال ہی جزء آبادی پر دال نہیں ۔ممکن ہے کہ شہر ایک ہو اور دو ملکوں میں منقسم ہو تو اس شہر کا کوئی بھی باشندہ دوسرے ملک کی آبادی کو اپنی آبادی نہیں کہے گا بلکہ دوسرے ملک کی سرحد میں داخل ہوتے ہی اپنی آبادی سے خارج مانا جائے گا جیسا کہ " جرمن" کی راجدھانی "برلن" کا شہر تقریباً پچاس سال سے دو ملکوں میں منقسم رہا یہاں تک کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد اس شہر کے درمیان ایک دیوار بنائی گئی جو "دیوار برلن" کے نام سے زمانے میں مشہور رہی، بالآخر ابھی چند سال پہلے دونوں ملکوں کے اتحاد سے وہ دیوار منہدم ہوئی ۔لہٰذا منع اور اذن سے بھی آبادی میں تبدیلی آئی۔

اسی طرح بڑے شہر اگر چہ کافی وسیع ہیں اور ایک نام پر متحد ہیں لیکن کچھ احکامات میں مختلف ہیں جیسا کہ تاج الامصار مکۃ المکرّمہ ایک شہر ہے حجاج کرام آفاقی ہیں ایام حج کا زمانہ ہے چاہے یہ پندرہ دن کی نیت کرلیں پھر بھی حجاج کرام مسافر ہی رہیں گے، کہ عرفات، مزدلفہ، منیٰ میں بھی انھیں جانا ہے۔ لہٰذا نیت اقامت درست نہیں ہے حالانکہ یہ تینوں جگہ آج حدود مکۃ المکرّمہ میں داخل ہیں ان میں سے کوئی بھی مسافت سفر میں نہیں ہے ۔پھر بھی حجاج کرام کی نیت اقامت صحیح نہیں جبکہ سارے مناسک شہر مکہ میں ہی ادا کر رہے ہیں۔

کہ خانہ کعبہ و دیگر مواضع مقدسہ سے متعلق حجاج کرام کے اغراض و مقاصد مختلف ہیں، لہٰذا ہر ایک جگہ کا بالاستقلال ایک دوسرا وجود ہوا جبکہ مکہ میں سب داخل ہیں جیسا کہ حجاج کرام کو اس کا مشاہدہ ہے اور وہاں کے جغرافیہ میں موجود نیٹ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو........................

Mina ,Muzdalifa and Arfah and all located in side (The city of) Makkah

اور ہمارے فقہاء اہلسنت کا فتویٰ اسی پر رہا کہ دو مستقل جگہ جن میں ایک دوسری کی تابع نہ ہوتو دونوں کا حکم جدا ہوگا جیسا کہ حضور صدرالشریعہ نے فرمایا.....

''دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور دونوں مستقل ہوں جیسے مکہ ومنیٰ تو مقیم نہ ہوا اور ایک دوسری کی تابع ہو جیسے شہر اور اس کی فنا ءتو مقیم ہو گیا''

(بہار شریعت ج/4ص/78)

اس سے صاف وضاحت ہو رہی ہے کہ آبادی سے مراد مستقل جگہ کی آبادی یا پھر اس کے توابع مواضع کی آبادی سے ہے نہ کہ ہر ایک متصل آبادی سے۔اس صورت پر مکۃ المکرّمہ کا کوئی آدمی اگر سفر کا ارادہ رکھتا ہے اور گھر سے نکل کر منیٰ مزدلفہ یا عرفات کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے تو اسے مسافر کہا جائے گا کہ یہ مقامات بالاستقلال خود اپنا وجود رکھتے ہیں گر چہ حدود میں داخل ہیں۔اس لئے یہاں کی مشترکہ نیت اقامت غیر مقبول ہوئی اور بالاتفاق ہمارے علماء کرام کا فتویٰ ہے کہ کوئی آدمی کسی وجہ سے سفر کر کے دوسرے شہر میں داخل ہوا اور اس نے وہیں ٹھہرنے کے لئے پندرہ دن کی نیت کر لی تو نماز پوری پڑھے چاہے ابھی تک اسے کرایہ کے مکان یا ہوٹل کی تلاش ہو،اور راستے میں یا فٹ پاتھوں میں رات گزار رہا ہو کہ قیام گاہ شرائط اقامت میں داخل نہیں۔جب عام شہروں کے لئے یہ حکم ہے تو پھر مکۃ المکرّمہ کے لئے یہ حکم کیوں نہیں؟

اس کا جواب صرف یہی ہوگا کہ منیٰ ،مزدلفہ اور عرفات جیسے مقدس مقامات توابع مکہ نہیں بلکہ بالاستقلال ان کے مناسک دوسرے ہیں،ان میں سے کوئی بھی جگہ اپنے تشخص واوصاف جمیلہ میں دوسری جگہ کی تابع نہیں۔اس شہر مقدس سے پھوٹنے والی شعاعیں جو روئے زمین کو تابناک بنا رہی ہیں ان کے اجالے میں ہندوستان کے بڑے شہروں کا مسئلہ بھی حل ہوتا نظر آرہا ہے۔مثلاً ہماری ملکی راجدھانی دلی کو پیش نظر رکھیں کوئی آدمی تجارت یا نوکری کے لئے وہاں گیا،پہو نچتے ہی پندرہ دن یا

زائد کی نیت کر لی جبکہ ابھی تک اسے رہائش کے لئے مکان بھی نہیں ملا ہے، اور نہ نوکری ملی ہے جبکہ اس نے دلی میں پندرہ دن کے قیام کی نیت کر لی ہے۔

میری ناقص رائے میں یہ مسئلہ شہر مکہ کی طرح ہوگا اور اس کی نیت قابل قبول نہیں ہوگی، اور یہ مسافر ہی رہے گا کہ دلی جیسا شہر پانچ مستقل ضلعے کے مجموعے کا نام ہے، اور اس نے پوری دلی کی نیت کی۔ پھر یہی آدمی اگر دلی کے ضلع شاہدرہ میں یا تیس ہزاری میں یا جنوبی دلی وغیرہا اضلاع میں سے کسی ایک ضلع میں قیام وتجارت کی نیت کر لے تو یہ مقیم ہو جائے گا، اور نماز پوری پڑھے گا۔ گرچہ پہلے بھی دلی میں تھا اور اب بھی یہ آدمی دلی میں ہے لیکن پہلے کی نیت اقامت غیر مقبول ہے جیسا کہ مکہ میں موسم حج میں حجاج کرام کی نیت اقامت غیر مقبول ہے اور اب اس کی نیت اس حاجی کی نیت کی طرح ہوئی جو بعد حج مکہ میں رک جائے، اور پندرہ دن کی نیت کر لے۔ تو پھر یہ مقیم ہو جائے گا، اور نماز پوری پڑھے گا۔

یہیں سے وہ اشکال بھی دور ہوتا نظر آ رہا ہے جو مسئلہ دائرہ میں در پیش ہے، یعنی بڑے شہر کا کوئی آدمی جب کسی سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے تو اس کو کب سے مسافر کہا جائے؟ اس مسافر کی چند صورتیں ہیں۔ اپنی گاڑی سے سفر کا ارادہ ہے۔ یا بس کا سہارا لینا ہے۔ یا ٹرین سے جانا ہے۔ یا پھر طیارے سے پرواز کرنا ہے۔ بس، ٹرین یا ہوائی جہاز سے سفر کی صورت میں بس اڈے، ہوائی اڈے یا ریلوے اسٹیشن کی دوری دیکھی جائے گی اگر یہ تینوں بانوے، ترانوے کلومیٹر یا اس سے زائد بعد پر واقع ہیں تو ان سواریوں سے جانے والا سواری پر سوار ہونے سے پہلے بھی مسافر ہو سکتا ہے۔ لیکن عموماً شہر کے باشندوں کے لئے ایسی نوبت نہیں آتی ہے کہ بس اسٹیشن تو کہیں قریب ہی ہوتا ہے لیکن ریلوے اسٹیشن وہوائی اڈے زیادہ تر شہر کے کنارہ میں ہی ہوتے ہیں۔ اور ہندوستان میں ابھی تک اس قدر وسیع شہر کا کوئی وجود نہیں ہے جس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بانوے کلومیٹر سے زائد کی مسافت ہو۔ جب مخالف کنارے

کا آدمی اسٹیشن تک پہونچنے میں مسافر نہ بنا تو درمیان شہر کا آدمی بدرجہ اولیٰ مسافر نہیں بنے گا۔ کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سفر کی اقل مسافت بھی نہیں ہے۔ کہ ایسے شہر کا مربع رقبہ آٹھ ہزار کلومیٹر سے بھی زائد ہوگا، جبکہ ہندوستان کا کوئی بھی شہر ابھی تک تین ہزار کلومیٹر کی سرحد کو چھو نہیں سکا۔

لامحالہ شہر کے اسٹیشن اقل مقدار مسافت کے اندر ہی ہونگے۔ اور گھر سے نکلنے والوں کی نیت اس وقت اپنی آخری منزل کی نہیں بلکہ اسٹیشن یا ہوائی اڈے کی ہوگی جو بعد مسافت میں نہیں ہے۔ لہٰذا ابھی انھیں مسافر نہیں کہا جائے گا۔

بالفرض یہ سب اسٹیشن اگر بعد مسافت پر ہوں یا آدمی اپنے سواری سے سفر کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ عام شہروں کی طرح ایک شہر ہوگا یا بڑا شہر ہوگا؟ پہلی صورت مسئلہ دائرہ میں ملحوظ نہیں۔ اور دوسری صورت پر وہ شہر منقسم ہوگا۔ جیسا کہ دلی پانچ اضلاع کا مجموعہ ہے شہر کا ہر ایک حصہ بالاستقلال اپنا وجود رکھتا ہے۔ معاملات میں ایک حصہ دوسرے کا محتاج نہیں۔ ہر ایک کی کورٹ، ڈی ایم، ایس پی سٹی مخصوص ہیں۔ ایسے شہروں میں لوگوں کے سفر کی ابتداء وہاں سے ہونی چاہیئے جہاں دوسرے حصہ کی سرحد ملتی ہے۔ مثلاً دلی کا باشندہ شاہدرہ میں رہتا ہے اور سفر کا ارادہ رکھتا ہے تو تیس ہزاری ضلع کی سرحد میں داخل ہوتے ہی اس کا سفر شروع ہو جانا چاہیئے۔ جیسا کہ مکہ والوں کے لئے منیٰ، مزدلفہ و عرفات ہیں۔

ھٰذا ما عندی و العلم بالحق عنداللّٰہ العظیم و عند رسولہٖ الکریم

(۶) سوال نمبر چھ کے مطلوب جواب میں تفصیل کی ضرورت نہیں کہ زمین، جائداد، ووٹر آڈی، راشن کارڈ سہولت کے لئے ہیں نہ کہ ثبوت وطن اصلی کے لئے۔ اسی طرح مکان بنالینا اور شادی کر لینا بھی اسی زمرے میں داخل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے درمختار کی عبارت " **او تاهله او توطنهٗ** " کے تحت فرمایا کہ " **عزم علی القرار فیه وعدم الارتحال وان لم یتاهل** " لہٰذا وطن اصلی کا دارومدار عزم وارادہ پر ہی موقوف ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) اس کا جواب پانچ نمبر کے جواب میں اجمالاً گزر چکا ہے۔ کہ منیٰ، مزدلفہ وعرفات بالاستقلال شرعاً جدا مواضع متبرکہ ہیں حاجی اپنی مرضی سے ان جگہوں کے قیام کو ترک نہیں کر سکتا ہے جبکہ ایک شہر میں آدمی مختار ہوتا ہے، چاہے جس محلّہ میں اپنی رہائش اختیار کرے، لہٰذا یہ حکم اب بھی وہی رہے گا جو فقہاء متقدمین کا تھا، اور مستقبل میں بھی اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی ہے۔ کہ کسی بھی حکمراں کو ان مقامات مقدسہ کی صورت منورہ میں تبدیلی کا کوئی اختیار نہیں بالفرض کوئی ایسا ظالم وہاں کا حکمراں بن جائے جو معاذ اللہ ان مقامات کے قیام پر بنیت مناسک حج پابندی عائد کر دے اور مسلمانوں کے پاس دفع کی صلاحیت بھی مفقود ہو تو ایسی صورت میں حج کی فرضیت ہی ساقط ہو جائے گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم